

# اسلامی معاشرے کے قیام کی معاصر تحریک- ایک تحلیلی جائزہ

## Contemporary Movement for the Establishment of an Islamic Society- An Analytical Review

Open Access Journal

Qty. Noor-e-Marfat

eISSN: 2710-3463

pISSN: 2221-1659

[www.nooremarfat.com](http://www.nooremarfat.com)

Note: All Copy Rights  
are Preserved.

**Muhammad Yaqoob**

M. Phil. Research Scholar, Almustafa International University, Karachi Campus, Pakistan.

E-mail: [myaqoob.scholar@gmail.com](mailto:myaqoob.scholar@gmail.com)

### Abstract:

This article presents a non-religious and academic analysis of the struggle to establish an Islamic society during last few centuries. This struggle is a modern political phenomenon that emerged as a reaction to 19th-century European colonialism and the failure of Arab nationalism.

The intellectual foundations of this movement include Abul A'la Maududi's theory of divine sovereignty, Hasan al-Banna's reformist call, and Sayyid Qutb's revolutionary concept of jihad. Historical events like the 1967 Arab-Israeli War and the 1979 Iranian Revolution gave this struggle a new direction. Its practical forms include electoral politics, extensive social welfare work, and at times, armed struggle.

However, these movements face challenges such as the separation of state and religion, internal ideological conflicts, and economic failures. The article concludes that this struggle is an ongoing tension between a utopian vision and the realities of the modern world, with an uncertain but evolving future.

**Keywords:** Islamic Society, Islamism, Political Islam, Jamaat-e-Islami, Ikhwan-ul Muslemin, Iranian Revolution, Arab Nationalism, Islamic State.

## خلاصہ

یہ مقالہ اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کا ایک علمی تجزیہ پیش کرتا ہے۔ یہ جدوجہد ایک جدید سیاسی مظہر ہے جو 1960 ویں صدی کے یورپی استعمار اور عرب قوم پرستی کی ناکامی کے رد عمل میں ابھری۔ اس تحریک کی فکری بنیادوں میں ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ حاکمیت الہیہ، حسن البتنا کی اصلاحی دعوت اور سید قطب کا انقلابی تصور جہاد شامل ہیں۔ 1967 کی عرب، اسرائیل جنگ اور 1979 کے ایرانی انقلاب جیسے تاریخی واقعات نے اس جدوجہد کو تونی سمت دی۔ اس کی عملی اشکال میں انتخابی سیاست، وسیع سماجی فلاحی کام اور بعض اوقات مسلح جدوجہد شامل ہیں۔ تاہم، ان تحریکوں کو ریاست اور مذہب کی تفریق، داخلی اختلافات، اور معاشری ناکامیوں جیسے چیلنجز کا سامنا ہے۔ مقالے کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ جدوجہد ایک نظریاتی وژن اور جدید دنیا کی حقیقوں کے درمیان ایک مسلسل کشمکش ہے، جس کا مستقبل غیر یقینی مگر ارتقاء پذیر ہے۔

**کلیدی الفاظ:** اسلامی معاشرہ، اسلام ازم، سیاسی اسلام، جماعت اسلامی، اخوان المسلمين، ایرانی انقلاب، حاکمیت الہیہ۔

## تعارف: جدوجہد کے نظریاتی اور تاریخی خدوخال

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد ایک یہی مظہر ہے جس کا مطالعہ مذہبی عقائد کی بنیاد پر نہیں بلکہ سماجی علوم کے ایک شعبہ کے طور پر کیا جانا چاہیے۔ یہ مقالہ ایک علمی اور معروضی نقطہ نظر اختیار کرتا ہے تاکہ اس جدوجہد کے تاریخی، سیاسی اور سماجی پہلوؤں کا غیر جانبدارانہ تجزیہ پیش کر سکے۔ اس کا مقصد ان تحریکوں کو ان کے تاریخی سیاق و سبق، فکری بنیادوں، عملی حکمت عملیوں اور در پیش چیلنجز کے تناظر میں سمجھنا ہے۔ یہ مقالہ "اسلام ازم" (Islamism) اور "اسلامی احیائیت" (Islamic Revivalism) کو جدید نظریات اور سماجی تحریکوں کے طور پر پیش کرتا ہے جو تاریخ کے ایک مخصوص مرحلے میں پیدا ہوئیں، نہ کہ الہی احکامات کی محض ایک براہ راست عملی شکل کے طور پر۔

یہ مقالہ اس امر کا جائزہ لے گا کہ کس طرح اہم اسلامی مفکرین نے ریاست اور حاکمیت کے جدید سیاسی تصورات کے رد عمل میں اپنے نظریات تشكیل دیے، اور ان نظریات کی عملی شکلیں (بشمل سیاسی، سماجی اور مسلح جدوجہد) کیسے دنیا کے نقشے پر ابھریں۔ اس تجزیے کے لیے تین کلیدی اصطلاحات کی تعریف اور وضاحت ضروری ہے:

## 1. اسلامی معاشرہ (Islamic Society)

اس اصطلاح کی دو جہتیں ہیں۔ ایک طرف، یہ ایک ایسے معاشرے کا حوالہ ہے جس کے ارکان اسلام پر ایمان رکھتے ہیں، اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس کے قوانین اور اخلاقی معیارات کی پابندی کرتے ہیں، اور مذہبی فرائض ادا کرتے

ہیں۔ اس تصور میں محبت، بھائی چارہ، مساوات، اور بآہی تعاون کی بنیادیں شامل ہیں، جو قرآنی تعلیمات سے اخذ کی گئی ہیں۔ دوسری طرف، یہ ایک نظریاتی ہدف ہے جسے ابھی تک مکمل طور پر قائم نہیں کیا جاسکا ہے۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو انصاف، آزادی، اور قومی وقار جیسے انسانیت کے لیے اسلام کے طے کردہ اہداف کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ تاہم، ان اہداف کی تشریح اسلامی انداز میں کی جاتی ہے جو مغربی تصورات سے مختلف ہو سکتی ہے۔

## 2. اسلامی ریاست (Islamic State)

یہ ایک جدید سیاسی تصور ہے جو 20 ویں صدی سے پہلے مسلم سیاسی فکر میں عام طور پر استعمال نہیں ہوتا تھا۔ یہ کا ایک جدید تصور ہے جو سیاسی اسلام سے وابستہ ہے۔ اس کا عروج 1924 میں خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ہوا، جب اس خلا کوپر کرنے کے لیے ایک نئے نظریے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ابتدائی اسلامی تاریخ میں، پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ میں جو سیاسی اکائی قائم کی تھی اسے پہلی اسلامی ریاست سمجھا جاتا ہے، جسے بعد میں خلفاء راشدین نے خلافت میں تبدیل کر دیا۔

## 3. اسلام ازم (Islamism)

یہ ایک پیچیدہ مظہر ہے جسے عصر حاضر میں ایک نظریہ، ایک تحریک یا تنظیم، اور حکومت کی ایک شکل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا سیاسی نظریہ ہے جس کے حامیوں کا خیال ہے کہ اسلام فطری طور پر سیاسی ہے اور یہ ایک منصغناہ اور کامیاب معاشرے کے حصول کے لیے کیونزم، لبرل جمہوریت، اور سرمایہ داری جیسے دوسرے سیاسی نظاموں سے برتر ہے۔ اس کا بنیادی مقصد معاشرتی اور سیاسی زندگی میں اسلامی اصولوں اور اقدار کو نافذ کرنا ہے۔ اسلام ازم کی تعریف کرتے ہوئے یونیورسٹی آف آرہوس کے شعبہ سیاست کے پروفیسر ڈاکٹر مہدی مظفری لکھتے ہیں:

"Islamism is a religious ideology with a holistic interpretation of Islam whose final aim is the conquest of the world by all means.<sup>1</sup>"

اسلامی ازم ایک مذہبی نظریہ ہے جو اسلام کی جامع تشریح پر مبنی ہے، اور جس کا حتمی مقصد ہر ممکن طریقے سے دنیا پر فتح حاصل کرنا ہے۔

## جمهوریت

### جمهوریت کی تعریف اور ووٹر کی حیثیت

جمهوریت ایک ایسا طرزِ حکمرانی ہے جس میں اقتدار کی بنیاد عوام کی مرضی پر ہوتی ہے؛ یہ عوام کے ذریعے، عوام کے لیے اور عوامی نمائندگی پر مبنی نظام ہے۔ اس نظام میں حکومت سازی کا عمل انتخابات کے ذریعے مکمل ہوتا ہے۔ جمهوری طریقہ کار میں، رائے دہندگان کے لیے محض ایک کم از کم عمر کی حد مقرر کی جاتی ہے، جبکہ ان کی

اخلاقی حالت، کردار، تعلیمی قابلیت، یا فکری سطح کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ نتیجتاً، ایک صاحب علم، با وقار اور تعلیم یافتہ فرد کا ووٹ، ایک بد کردار، مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے، یا ناخواں شخص کے ووٹ کے بالکل برابر اور یکساں اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

جمهوری نظام کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حاکمیتِ اعلیٰ کا منبع اللہ تعالیٰ کو نہیں، بلکہ منتخب انسانوں اور ان کے نمائندوں کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے باعث، جمهوری قوانین الہامی رہنمائی کی بجائے مکمل طور پر انسانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ مزید برآں، یہ نظام افراد کو حکومتی مناصب اور عہدوں کے حصول کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی طرزِ حکومتی میں اقتدار کی طلب یا حرص رکھنے والے شخص کو کوئی منصب نہیں سونپا جاتا۔ ان تضادات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمهوری ڈھانچہ قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں سے واضح طور پر متصادم ہے۔

جدید سیاسی جدوجہد میں "جمهوریت" ایک بنیادی اور متنازعہ اصطلاح رہی ہے۔ اسلامی تحریکیں اس اصطلاح کو یا تو مکمل طور پر رد کرتی ہیں یا اسے اپنے نظریات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتی ہیں۔

### جمهوریت کی تعریف اور اقسام

عربی لغت کے ماہرین کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ جمهوریت کی جڑیں لفظ "جمهور" (جمهور) میں پیوست ہیں، جس کا بنیادی معنی کسی شے کا جمع ہونا یا اکثریت میں پایا جانا ہے۔ مرتضیٰ زبیدی کی تحقیق کے مطابق: "وَجَمْهُورٌ، إِيَّاهُشِ جَمْهُورٍ" <sup>2</sup> جو اسی بنیادی خیال کی تائید کرتی ہے۔ ابن منظور کے بقول، کسی چیز کو "الجمهوری" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ "جمهور الناس اسے استعمال کرتی ہے، یعنی ان کی اکثریت"۔ <sup>3</sup> اس طرح، لسانی اعتبار سے جمهوریت کثرتِ رائے یا عوامی اجتماعیت کا مفہوم پیش کرتی ہے۔

مفتوحی محمد ترقی عثمانی لکھتے ہیں کہ:

جمهوریت کے لئے انگلیزی زبان میں لفظ "democracy" (Democracy) استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یہ لفظ یونانی الفاظ Demos (عوام) اور Cracy (حکومتی حاکمیت) کا مرکب ہے، جس کا مطلب ہے 'عوام کی حکومتی'۔ عربی میں اس کا ترجمہ دیکراطیہ کیا گیا ہے۔ <sup>4</sup> سیاسی نظریہ میں، جمهوریت کی تعریف، اخلاقی بنیادوں، اور عملی تنظیم کے حوالے سے وسیع اختلاف پایا جاتا ہے۔

### اصطلاحی تعریف

اصطلاحی طور پر، الفارابی نے اپنی کتاب آراء اہل المدینۃ الفاضلہ میں افلاطون کی جمهوریہ (Republic) کے مقابل کے طور پر "مذہب الجماعیہ" کی ترکیب استعمال کی، جو جمهوری طرزِ حکومت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

سید ابوالا علی مودودی نے مغربی جمہوریت کو دو بنیادی نظریات کا مجموعہ قرار دیا:

1. قانونی اور سیاسی حاکیت: جو عوام کی اکثریت یا ان کے منتخب نمائندوں کی کثرت رائے کے ذریعے عملی شکل اختیار کرے۔

2. حکومت کی تشكیل: ریاست کا نظم و نت چلانے والی حکومت کو عوام کی آزاد مرضی سے بننے اور بدلنے کا حق حاصل ہو۔

مودودی کے مطابق، اسلام مغربی جمہوریت کے صرف دوسرے جز (یعنی حکومت سازی میں عوام کی مرضی) کو ہی قبول کرتا ہے۔ البتہ، پہلے جز کو اسلام دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے:

1. قانونی حاکیت: یہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جہاں قرآن و سنت کے احکامات ریاست کے لیے ناقابلٰ تبدیلی اور اٹل قانونی حیثیت رکھتے ہیں۔

2. سیاسی حاکیت (خلافت): اسے حاکیت کی بجائے نیابتِ الہی (یعنی خلافت) قرار دے کر ریاست کے عام مسلم شہریوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ یہ خلافت مسلم عوام کی اکثریت یا ان کے قابلٰ اعتماد نمائندوں کے ذریعے عملی جامہ پہنچتی ہے۔

اس بنیادی اور اصولی فرق کو دیکھتے ہوئے، مودودی کا استدلال ہے کہ اسلامی ریاست کو مغربی اصطلاح کی روشنی میں جمہوریت قرار دینا درست نہیں۔<sup>5</sup>

”Direct Democracy:“ (RICHARD A. EPSTEIN) نے اپنی آڑٹیکل میں لکھا ہے:

”In the Gettysburg Address, President Lincoln declared ours government of the people, by the people, for the people“<sup>6</sup>

یعنی سابق امریکی صدر ابراہم لنکن نے اپنی تاریخی خطاب ”گیٹس برگ خطاب“ میں جمہوریت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ایسی حکومت جو عوام کی ہو، عوام کے ذریعے قائم ہو، اور عوام کی فلاح کے لیے کام کرے۔“

He believes in freedom and equality between people, or as system of government based on this belief, in which power is either held by the elected representative or by the people themselves.<sup>7</sup>

جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جو آزادی اور انسانوں کے درمیان مساوات کے نظریے پر قائم ہوتا ہے۔ اس نظام میں اقتدار یا تو عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے یا براہ راست خود عوام کے پاس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر محمد سرور کے بقول، لارڈ برائس کے نقطہ نظر کے مطابق، جمہوری طرز حکومت سے مراد وہ نظام ہے جہاں ریاست پر حکمرانی کا قانونی اختیار کسی خاص یا محدود گروہ کے بجائے، معاشرے کے تمام اراکین کو اجتماعی طور پر حاصل ہوتا ہے۔<sup>8</sup>

### حاکمیت کی نوعیت کے لحاظ سے اقسام

**لبرل جمہوریت:** (Liberal Democracy) یہ مغربی ماؤل ہے جو عوامی حاکمیت، کثرت پندی، بنیادی حقوق (فرد کی آزادی) اور حکومت کے اختیارات پر قانونی قد غن کو یقینی بناتا ہے۔ مغربی یونانی فلسفی ارسطوبلری کی تعریف میں یوں لکھا ہے:

"Ruling and being ruled in turn is one element in liberty"<sup>9</sup>

گویا آزادی ایک طرف افرادی کی اپنی خواہش اور اختیار میں ہے تو دوسری طرف جمہوریت بھی اسی کا پرتو ہے۔ **نظریاتی جمہوریت:** (Theo-Democracy) یہ مودودی کا پیش کردہ ماؤل ہے، جہاں عوامی بالادستی کو ایک اعلیٰ الہی حاکمیت (Divine Sovereignty) کے ذریعے محدود کیا جاتا ہے۔ اس میں لوگ خلیفۃ اللہ کے طور پر خدا کے قوانین کے تحت حکومت کرتے ہیں۔<sup>10</sup>

**اسلامی جمہوریہ:** (Islamic Republic) یہ ایک ایسا سیاسی نظام ہے جو دستور میں اسلامی قانون (شریعت) کو بنیادی ماذد قرار دیتا ہے لیکن حکومتی ڈھانچہ روابطی جمہوری عمل (انتخابات) پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں ایران، پاکستان، اور موریطانیہ ہیں۔

مسلم ممالک میں جمہوریت کا انداز مختلف رہا ہے۔

**پارلیمنٹی جمہوریہ:** (Parliamentary Republic) جیسے عراق، لبنان۔

**صدارتی جمہوریہ:** (Presidential Republic) جیسے ترکی، تیونس، مصر۔

**اسلامی جمہوریہ:** (Islamic Republic) جیسے ایران، پاکستان (جہاں شریعت کو مکمل یا جزوی طور پر قانونی نظام میں شامل کیا گیا ہے)۔

اس جدوجہد کو ایک جدید سیاسی و سماجی مظہر کے طور پر سمجھنے کے لیے یہ تجزیہ کیا جانا ضروری ہے کہ یہ محض ایک تاریخی تسلسل نہیں ہے۔ در حقیقت، یہ 18 ویں اور 19 ویں صدی میں یورپی استعمار، سامراجیت، سرمایہ داری اور سیکولر ایڈمینیسٹریشن کے بڑھتے ہوئے اثرات کے رد عمل کے طور پر ابھرا۔ اس تناظر میں، یہ جدوجہد محض اصلی اسلام کی طرف واپسی نہیں ہے، بلکہ یہ جدیدیت کی دین ہے۔ یہ جدوجہد جدید سیاسی تصورات اور طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے ایک نئی فکری بنیاد فراہم کرتی ہے، جیسا کہ ایرانی انقلاب کے بعد اسلامی حکومت کے تصور کے لیے نئی

اصطلاحات کا استعمال کیا گیا۔ اس طرح، یہ جدوجہد ایک نظریاتی اور سیاسی منصوبہ ہے جو تاریخ کے ایک مخصوص مرحلے میں پیدا ہونے والے چینیخزا جواب دیتا ہے، اور اس کا وجود خود ایک جدید مظہر کی عکاسی کرتا ہے۔

### اسلامی تحریکیں

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کوئی یہی جہتی نظریہ نہیں ہے۔ اس کے بر عکس، یہ فکری طور پر مختلف اور بعض اوقات متصاد نظر رکھنے والے کئی مفکرین اور تحریکوں کے ذریعے پرداں چڑھا ہے۔ ان تحریکوں کے نظریاتی معماروں نے اس جدوجہد کے لیے بنیادی فکری ڈھانچے فراہم کیے، جنہیں ان کے پیروکاروں نے دنیا کے مختلف حصوں میں نافذ کرنے کی کوشش کی۔ ان میں ابوالاعلیٰ مودودی، حسن البناء، اور سید قطب جیسے نمایاں مفکرین شامل ہیں۔

### ابوالاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی

ابوالاعلیٰ مودودی (1903-1979) ایک پاکستانی مفکر تھے جنہوں نے 26 اگست 1941 کو برٹش انڈیا میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ مودودی کا نظریہ دو بنیادی تصورات پر قائم ہے:

1. **حاکیت الہیہ (Sovereignty of God)**: مودودی کا سب سے اہم فکری حصہ یہ نظریہ ہے کہ حاکیت صرف اور صرف اللہ کی ہے۔ ان کے مطابق، ہر مسلمان کا بنیادی مقصد اللہ کے اس نظام کو زمین پر قائم کرنا ہے، جسے وہ اسلامی ریاست یا دارالاسلام کہتے تھے۔<sup>11</sup>

2. **اسلام بطور ایک جامع نظام حیات**: ان کے خیال میں اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ زندگی کا ایک مکمل اور جامع ضابطہ ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ اسلام کو زندگی کے مختلف شعبوں، جیسے کہ سماجی، سیاسی، اور اقتصادی معاملات سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے مطابق، ایک سچا مسلمان وہ ہے جو نہ صرف اپنی ذاتی زندگی میں بلکہ اپنے سیاسی اور معاشری رویوں میں بھی اسلامی تعلیمات کی پیروی کرے۔<sup>12</sup>

مودودی نے اسلامی ریاست کو برلن جمہوریت اور سو شلزم کے درمیان ایک تیری راہ کے طور پر پیش کیا، جس میں وہ انتخابی سیاست کے جمہوری اصولوں کو غربت کے خاتمے کے سو شلسٹ اصولوں کے ساتھ مربوط کرنے کے خواہاں تھے۔ انہوں نے اس نظام کو نظریاتی جمہوریت (Theo-Democracy) کا نام دیا۔<sup>13</sup> ان کا خیال تھا کہ اسلامی ریاست تمام شعبوں پر محیط ایک آمرانہ (Totalitarian) ریاست ہو گی، لیکن یہ آمریت الہی قانون کی آفاقت پر مبنی ہو گی۔<sup>14</sup>

### نظریاتی بنیادوں اور ارقاء کی مزید تفصیل

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کی فکری بنیادیں صرف 20 ویں صدی کے نمایاں مفکرین تک محدود نہیں

ہیں، بلکہ ان کی جڑیں 19 ویں صدی کے ردعمل میں پوست ہیں جو بڑھتے ہوئے یورپی استعمار اور جدیدیت کے چینہجڑ سے نمٹ رہے تھے۔ اس دور کے مفکرین جیسے سید جمال الدین افغانی (1838-1897)، جو شاید اپنے دور کے سب سے بالآخر شخصیت تھے، اور ان کے شاگرد محمد عبدہ (1849-1905) نے اسلامی احیائیت کی فکری تحریک کی بنیاد رکھی۔ ان مفکرین نے یہ سوال اٹھایا کہ مسلمان جو کبھی فکری طور پر ترقی یافتہ اور مسابقتی تھے، وہ کیوں پچھے رہ گئے؟ انہوں نے دلیل دی کہ زوال کی ایک بڑی وجہ دین اور دنیا کی عیحدگی ہے جو صوفیانہ تعلیمات کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ ان کا مقصد اسلام اور جدیدیت کے درمیان تعلق کو ہم آہنگ کرنا اور ایک ایسی اسلامی شاخت قائم کرنا تھا جو جدید دنیا کے چینہجڑ کا مقابلہ کر سکے۔

اسی طرح، ابوالاعلیٰ مودودی کی فکری عمارت بھی بر صیر پاک و ہند کی سماجی و سیاسی صور تھاں کے ردعمل میں ابھری۔ وہ مغربی نوآبادیاتی ثقافت اور ہندو قوم پرستی کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے فکر مند تھے۔ مودودی کا سب سے نمایاں فکری کارنامہ "حاکمیت الہیہ" کا تصور ہے، جسے انہوں نے ایک ایسے وقت میں واضح کیا جب نوآبادیاتی سیاست میں ریاست کا تصور کلیدی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ انہوں نے جمہوریت کے عوامی حاکمیت کے تصور کو رد کیا اور نظریاتی جمہوری (Theo-Democracy) کا ایک متبادل پیش کیا،<sup>15</sup> جہاں عوام کی حاکمیت محدود ہے اور اسے صرف خدا کے قوانین کے اندر رہتے ہوئے ہی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ ایک صحیح اسلامی معاشرہ صرف تبھی ممکن ہے جب زندگی کے تمام پہلوؤں میں خدا کی حاکمیت نافذ ہو، نہ کہ صرف انفرادی زندگی میں۔<sup>16</sup>

اس کے علاوہ، سید قطب کے نظریات نے بھی جدوجہد کو ایک انقلابی جہت دی۔ ان کا مشہور ترین نظریہ "جاہلیت" کا ہے، جس میں انہوں نے نہ صرف غیر مسلم معاشروں کو بلکہ ان مسلم معاشروں کو بھی جاہلیت کا مصدق قرار دیا جو خدا کی حاکمیت کے بجائے انسانی قوانین پر قائم تھے۔ ان کا یہ تصور جدید اسلامی تحریکوں میں شدت پسندی کی ایک اہم فکری بنیاد بنا۔ وہ اس جاہلیت کو ختم کرنے اور خدا کی حاکمیت کو قائم کرنے کے لیے "جہاد" کی وکالت کرتے تھے، جسے وہ ایک انقلابی عمل سمجھتے تھے۔ ان کے نظریات نے ایران کے انقلابیوں سمیت کئی دیگر اسلامی انقلابیوں کو متاثر کیا۔

### جماعت اسلامی اور جدوجہد کے مختلف پہلو

جماعت اسلامی، جو 26 اگست 1941 کو ابوالاعلیٰ مودودی کی قیادت میں قائم ہوئی، اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کی ایک اہم مثال ہے۔ مودودی اور ان کے 74 ساتھیوں نے اس تنظیم کی بنیاد "اسلامی انقلاب" کے لیے رکھی۔ اس کا بنیادی مقصد اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر نافذ کرنا تھا، جس میں سیاست اور ریاستی امور بھی شامل ہیں۔<sup>17</sup>

## سیاسی اور انتخابی حکمت عملی

جماعت اسلامی ایک اصولی تحریک ہے جو ایک منظم ڈھانچہ اور نظم و ضبط رکھتی ہے۔ اس نے قیام پاکستان سے پہلے اس کی مخالفت کی لیکن 1947 کے بعد اس نے پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی جدوجہد پر توجہ مرکوز کی۔<sup>18</sup> اس جماعت کی سیاسی جدوجہد میں انتخابی عمل ایک اہم حصہ رہا ہے۔ 1977 میں پاکستان نیشنل الائنس کا حصہ بن کر قومی اسمبلی کی 36 نشستیں جیتیں اور 2002 میں متحده مجلس عمل (MMA) کے ساتھ مل کر خیرپختونخوا میں حکومت بھی بنائی۔<sup>19</sup> تاہم، اس کی مسلسل انتخابی ناکامی اس کی عوامی مقبولیت میں کمی کی نشاندہی کرتی ہے۔

## سماجی اور فلاحی کام

جماعت اسلامی کی ایک نمایاں خصوصیت اس کا وسیع سماجی اور فلاحی کام ہے۔ یہ تنظیم صرف ایک سیاسی جماعت نہیں ہے بلکہ ایک نظام اصلاح و تربیت ہے جو تعلیم و تزکیہ، سماجی بہبود اور خدمتِ خلق کے لیے کوشش ہے۔<sup>20</sup> 1947 میں تقسیم ہند کے فسادات کے دوران، جب کوئی دوسری تنظیم فعال نہیں تھی، جماعت اسلامی نے پہنچ میں ریلیف کیمپ قائم کیے اور پناہ گزینوں کی مدد کی، جس میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کی گئی۔ اس نے زلزلہ زدگان اور دیگر قدرتی آفات کے متاثرین کی بھی مدد کی۔ یہ فلاحی نیٹ ورک جماعت کی عوامی حمایت کو مضبوط کرتے ہیں اور اسے جر کے ادوار میں بھی برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

## حسن البناء اور اخوان المسلمين

### ہماری بھی پس منظر اور قیام

اخوان المسلمين، جو عالم عرب کی سب سے قدیم اور موثر اسلامی تحریکوں میں سے ایک ہے، کی بنیاد 1928ء میں مصر میں رکھی گئی تھی۔ اس کے بانی شیخ حسن البناء تھے،<sup>21</sup> جو 1906ء میں مصر کے ایک علمی اور دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے کم عمری میں ہی قرآن حفظ کر لیا تھا اور ابتدائی تعلیم اپنے والد کی نگرانی میں حاصل کی۔ جب وہ تعلیم کے لیے قاہرہ منتقل ہوئے تو وہاں شہر کے اخلاقی اور معاشرتی اخبطاط کو دیکھ کر ان کی حساس طبیعت کو گہرا صدمہ پہنچا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مغربی نظریات اور فرعونی دور کی طرف واپسی کی دعوت نے مصری معاشرے کی جڑوں کو کھو کھلا کر دیا ہے۔ اس صورتِ حال کے جواب میں، انہوں نے 1928ء میں اماماعلیٰہ شہر میں، جہاں وہ ایک استاد کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے، اخوان المسلمين کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی۔<sup>22</sup> اخوان کا ابتدائی مقصد اسلام کے بنیادی عقائد کا احیاء اور نفاذ تھا۔<sup>23</sup> تاہم، اس کی حکمت عملی وقت کے ساتھ ارتقاء

پذیر ہوئی۔ ابتداء میں، اخوان نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز مذہبی، تعلیمی اور سماجی کاموں سے کیا۔ انہوں نے غریب اور نادر طبقوں کو اپنا حامی بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ اخوان نے تعلیم کو اپنے افکار اور آئینہ یا لوجی کو پھیلانے کا ایک اہم ذریعہ بنایا، اور اس دوران متعدد دینی اور معاشرتی تحریکات کو زندہ کیا۔<sup>24</sup>

1930ء کی دہائی کے اوپر میں اس جماعت نے زیادہ سیاسی موقف اختیار کرنا شروع کیا۔ اس فکری ارتقاء کا ایک بنیادی محکم اس وقت کے علاقائی اور عالمی حالات تھے۔ فلسطین کا مسئلہ، 1936ء میں برطانیہ اور مصر کے درمیان ہونے والا معہدہ، اور دوسری عالمی جنگ کے دوران پیدا ہونے والی سیاسی صورت حال نے اخوان کو یہ باور کرادیا تھا کہ اسلام کا احیاء، صرف دعوتی اور سماجی کاموں سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے سیاسی عمل بھی ناگزیر ہے۔ یہ تبدیلی ایک تدریجی عمل کا نتیجہ تھی، جس نے اخوان کو محض ایک دینی تحریک سے ایک بھہ جہت سیاسی و انقلابی قوت میں بدل دیا۔ ان کا جامع پروگرام فرد کی اخلاقی و روحانی تربیت سے لے کر ریاست کے نظام کی تبدیلی تک تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے تک اس کے اراکین کی تعداد تقریباً ہیں لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔

### سیاسی جدوجہد اور الزامات

اخوان المسلمون کی سیاسی جدوجہد کا ایک اہم مور 1952ء میں آیا، جب اس نے مصر کے فوجی انقلاب کی حمایت کی۔ تاہم، جلد ہی اس کے تعلقات نئی فوجی قیادت، خصوصاً جazel جمال عبدالناصر، کے ساتھ کشیدہ ہو گئے۔ ویکی پیڈیا کے مطابق، 1954ء میں، ناصر نے اخوان پر ایک قاتلانہ حملہ کی کوشش کا الزام لگایا، جس کے بعد اس جماعت پر پابندی لگادی گئی اور اس کے رہنماؤں کو بڑے پیمانے پر قید و چانسی دی گئی۔ اس الزام کے بعد سے، اخوان المسلمون کے مخالفین اور ریاستی حکمران اسے ایک خطرناک اور تشدید پسند تنظیم قرار دیتے ہیں اور اسے ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ متحده عرب امارات کی فتویٰ کو نسل نے بھی اس جماعت کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا ہے، اس کی وجہ شدت پسند گروپوں اور قیادت سے عدم وفاداری کی حمایت کو قرار دیا گیا ہے۔ کچھ مبصرین کے مطابق، اخوان نے تشدید کی روشن اختیار کی اور اس کے اہداف ایرانی پاسداران انقلاب کے اہداف سے ملتے جلتے ہیں۔

اس کے بر عکس، اخوان ان الزامات کی سختی سے تردید کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک پر امن، مذہبی اور تعلیمی تحریک قرار دیتے ہیں، جو معاشرتی اصلاح اور تبدیلی کے لیے نبی اکرم ﷺ کے طریقے کو اپنائے ہوئے ہے۔ اخوان کا موقف یہ ہے کہ ان کا کام دعوت، تنظیم، تعلیم و تربیت اور خدمت کے اپنڈے پر بنی ہے اور وہ کسی بھی حال میں اپنے جامع پروگرام کے کسی جزو کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔<sup>25</sup> یہ ایک پیچیدہ ہیانیہ ہے، جس کی وجہ اخوان پر ریاستی جبر اور اس کا رد عمل ہے۔ جمال عبدالناصر اور دیگر آمرانہ حکومتوں کی جانب سے جاری جبر و تشدید نے اخوان کے اندر کچھ ایسے عناصر کو جنم دیا جو طاقت کے مقابلے میں طاقت کے استعمال پر یقین رکھتے تھے۔ اسی جبر

اور رد عمل کے تسلسل میں، سید قطب جیسے رہنماؤں کی فکری تحریروں میں ایک انقلابی شدت پیدا ہوئی، جس نے بعد ازاں القاعدہ اور داعش جیسی تنظیموں کو فکری جواز فراہم کیا۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ تشدد کا مسئلہ اخوان کی فطری پالیسی سے زیادہ جبر و استبداد اور اس کے رد عمل کا نتیجہ ہے، جسے مخالف حکومتوں نے اس تنظیم کو بدنام کرنے اور اس پر پابندیاں عائد کرنے کے لیے استعمال کیا۔

### عرب بہار اور موجودہ دور

2011ء میں مشرق و سطی میں آنے والی عرب بہار کے دوران، اخوان المسلمون نے ایک کلیدی سیاسی کردار ادا کیا۔ مصر میں، آٹھ روز کی پر امن مزاحمت کے نتیجے میں حسni مبارک کی حکومت کا خاتمه ہوا، اور عوای رائے عامہ نے اخوان کو بھرپور حمایت دی۔ اس حمایت کے نتیجے میں، اخوان کے رہنماؤ اکٹھ محمد مرسی 2012ء میں جمہوری طور پر صدر منتخب ہوئے۔<sup>26</sup> تاہم، ان کی منتخب حکومت کو صرف ایک سال بعد 3 جولائی 2013ء کو ایک فوجی بغاوت کے ذریعے ختم کر دیا گیا، جس کے پیچھے مبینہ طور پر امریکہ، اسرائیل اور بعض عرب ممالک کی پشت پناہی شامل تھی۔<sup>27</sup> صدر مرسی کو قید کر لیا گیا جہاں وہ 2019ء میں انتقال کر گئے۔

عرب بہار میں اخوان کی سیاسی شرکت اور اس کے بعد کے واقعات نے اس تنظیم کو کئی ممالک میں شدید سیاسی دباؤ اور پابندیوں سے دوچار کیا۔ اردن میں اخوان کی مقامی شاخ کو غیر قانونی قرار دے کر تحلیل کر دیا گیا۔ اسی طرح، سعودی عرب اور متحده عرب امارات جیسے ممالک اخوان کو خلطے میں لا قانونیت اور بد نظمی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور اسے ایک دہشت گرد تنظیم سمجھتے ہیں۔<sup>28</sup> شام میں بھی اس تنظیم نے سیاسی اور معاشرتی امور پر گہرا اثر چھوڑا ہے اور خانہ جنگلی کے بعد قوی اس سبیل کی تنشیل میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔

### اخوان المسلمون کا خفیہ نظام

اخوان المسلمون کے بانی حسن البنا نے 1930 کی دہائی میں اپنی تنظیم کے لیے ایک خفیہ نظام (Secret Apparatus) قائم کیا۔ اس کا مقصد طاقت کے حصول کے لیے سیاسی منصوبے پر عمل درآمد کرنا تھا۔ یہ نظام اندر ہرونی اور علاقائی حالات کے رد عمل میں ابھر اور اس کا مقصد برطانوی اہداف اور سیاسی مخالفین کا مقابلہ کرنا تھا۔ اس خفیہ نظام کا تشدد میں ملوث ہونا، جیسا کہ 1948 میں مصری وزیر اعظم کا قتل اور بعد میں جمال عبد الناصر کے قتل کی کوشش،<sup>29</sup> ان کی تحریک کے لیے بدنایی کا باعث بنا۔ تاہم، اس طرح کے واقعات کی وجہ سے اخوان کے اندر تشدد کے استعمال پر اندر ہرونی تقسیم بھی پیدا ہوئی۔

### سید قطب کا انقلابی نظریہ

سید قطب (1906-1966) جمال عبد الناصر کی حکومت کے جرے کے دوران اخوان المسلمون کی فکری شدت

پسندی کے اہم معمار تھے۔ ان کے افکار کی بنیاد دو بنیادی تصورات پر تھی۔ *Jahiliyyah* (دورِ چاہیت) اور *Hakimiyyah* (اللہ کی حاکیت)۔<sup>30</sup>

انہوں نے جدید سیکولر معاشروں کو دورِ چاہیت قرار دیا، جس میں انسان خدا کے بجائے خود ساختہ قوانین کے تابع ہے، اور ان کے خلاف مسلح جدوجہد کی وکالت کی۔<sup>31</sup> ان کے نظریات نے ایران کے انقلابیوں سمیت کئی دیگر اسلامی انقلابیوں کو متاثر کیا۔

ان مفکرین کے نظریات کا گہر اجاترہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلامی تحریکیں ایک یہی جہتی گروہ نہیں ہیں۔ اس میں اندر وہ اختلافات اور مختلف نقطے نظر پائے جاتے ہیں۔ ایک طرف مودودی اور البتا جیسے مفکرین نے معاشرتی اور سیاسی سرگرمیوں کے ذریعے معاشرے کو اسلامی بنانے کی اصلاحی (Reformist) اور تدریجی (Gradualist) حکمت عملی پر زور دیا۔ ان کے مطابق، طاقت کا حصول معاشرے کی اصلاح کا قدرتی نتیجہ ہو گا۔ دوسری طرف، سید قطب جیسے مفکرین نے انقلابی اور مسلح جدوجہد کی وکالت کی۔ ان کے درمیان یہ داخلی فکری کشمکش ان تحریکوں کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ یہ جدوجہد ایک متحد عمل نہیں ہے بلکہ یہ مختلف اور مقابلہ کرنے والے نقطے نظر کا میدان ہے۔

یہ فکری اختلافات اس بات کا ثبوت ہیں کہ "اسلام ازم" کے نام سے ایک ہی سیاسی دھارے میں مختلف اور متنضاد نظریات اور حکمت عملیاں پائی جاتی ہیں، جو ان تحریکوں کی پیچیدہ نوعیت کو ظاہر کرتی ہیں۔

### تاریخی محرکات اور فیصلہ کن لمحات

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کا عروج مخصوص نظریاتی پیش رفت کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ یہ 20 ویں صدی کے وسط میں رونما ہونے والے اہم تاریخی، سیاسی، اور سماجی واقعات سے گھرا تعلق رکھتا ہے۔ یہ واقعات وہ محرکات تھے جنہوں نے ان تحریکوں کے لیے عوامی حمایت اور سیاسی جواز فراہم کیا۔

### عرب قوم پرستی کا زوال

20 ویں صدی کے اوائل میں عرب قوم پرستی ایک اہم سیکولر نظریہ کے طور پر ابھری، جس کا مقصد مغربی استعمار کے خلاف آزادی اور عرب ممالک کے اتحاد کا حصول تھا۔<sup>32</sup> اس تحریک کا نقطہ عروج مصر کے صدر جمال عبدالناصر کی قیادت میں آیا، جنہوں نے 1958 میں مصر اور شام کو ملا کر متحده عرب جمہوریہ قائم کی اور عرب دنیا کی ایک مرکزی قیادت کے طور پر ابھرے۔<sup>33</sup>

تاہم، اس نظریے کا زوال 1967 کی چھ روزہ عرب اسرائیل جنگ میں ناصر کی قیادت میں عرب افواج کی ذات آمیز شکست کے بعد شروع ہوا۔<sup>34</sup> اس شکست نے عرب قوم پرستی کے بیانیے کو شدید نقصان پہنچایا اور ناصر کی قیادت کو کمزور کر دیا۔ اس وقت کے دانشوروں اور عوامی حلقوں میں یہ احساس بڑھا کہ یہودیوں کی فتح اس لیے

ہوئی کہ وہ اپنے مذہب کے زیادہ سچ تھے، جبکہ عربوں نے اپنے مذہب سے روگروانی کی۔ اس نگست نے عرب دانشوروں میں ایک گہرا اندر ویں جائزہ شروع کیا، جس نے عرب قوم پرستی کی ناکامی کو واضح کیا اور اسلامی نظریے کے عروج کے لیے راستہ کھول دیا۔<sup>35</sup>

### 1979 کا ایرانی انقلاب

1979 کا ایرانی انقلاب اسلامی تحریکوں کی جدوجہد میں ایک اہم تاریخی مورثہ ثابت ہوا۔ یہ جدید دور کا پہلا انقلاب تھا جو ایک اسلامی ریاست کے قیام میں کامیاب ہوا، جس نے سنی اسلامی تحریکوں کو یہ یقین دلایا کہ ایک اسلامی ریاست کا قیام محض ایک آفی خواب نہیں بلکہ ایک قابل حصول حقیقت ہے۔<sup>36</sup> اس انقلاب نے یہ مثال قائم کی کہ طاقت کے ذریعے بھی سیاسی تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ اس کی کامیابی نے اخوان المسلمون جیسی تنظیموں کو بھی یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ انقلابی طریقوں کا استعمال ممکن ہے۔

### سماجی اور اقتصادی مسائل

عرب قوم پرستی کے سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ، خطے کی سیکولر حکومتوں کی اندر ویں ناکامیاں بھی اس جدوجہد کے لیے اہم محرک ثابت ہوئیں۔ ان حکومتوں کو آمرانہ، غیر موثر اور ثقافتی طور پر غیر حقیقی سمجھا جاتا تھا۔ وہ عوام کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی ناکام رہیں۔ اس کے علاوہ، معاشی عوامل نے بھی ان تحریکوں کے عروج میں اہم کردار ادا کیا، جیسے کہ معاشی نہموں میں کی اور بڑھتی ہوئی آمدنی کا تفاوت، جس نے متوسط طبقے کی ایک بڑی تعداد کو مایوسی اور غربت میں دھکیل دیا۔<sup>37</sup>

ان سیاسی، سماجی، اور اقتصادی مسائل کے نتیجے میں، لاکھوں لوگ ان سیکولر نظریات اور نظاموں سے مایوس ہو گئے۔ اس مایوسی کے عالم میں، انہوں نے مذہب میں ایک ایسی قدر کو پایا جس نے ان کی نظریوں میں اپنی دیانت داری اور سالمیت کو برقرار رکھا تھا۔<sup>38</sup> اس طرح، اسلامی تحریکوں کا عروج محض پیروں اور اثرات کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ یہ اندر ویں ناکامیوں کا ایک نامیاتی رد عمل تھا جس نے ایک ایسے فکری خلا کو پر کیا جسے روایتی سیاسی اور سماجی نظام پر کرنے میں ناکام رہے تھے۔

### جدوجہد کی عملی اشکال

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد نے مختلف ادوار میں اور مختلف جغرافیائی علاقوں میں متنوع عملی اشکال اختیار کیں، جو ان تحریکوں کی لپک اور وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی ہوئی حکمت عملیوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ جدوجہد محض طاقت کے حصول تک محدود نہیں تھی بلکہ اس نے سیاسی، سماجی اور بعض اوقات مسلح مجاہدوں پر بھی اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

### سیاسی جدوجہد: انتخابی شرکت کا تضاد

ابتداء میں، اخوان المسلمون جیسی تحریکوں نے سیاسی جماعتوں کو مغربی آلہ قرار دے کر سیاست سے دوری اختیار کی۔<sup>39</sup> ان کا ابتدائی مقصد معاشرتی اصلاح اور اخلاقی تربیت پر توجہ مرکوز کرنا تھا۔ تاہم، وقت کے ساتھ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ طاقت کا حصول ان کے مقاصد کے لیے ضروری ہے، اور وہ بذریعہ انتخابی سیاست میں شامل ہو گئے۔<sup>40</sup> مصر میں اخوان المسلمون کی انتخابی تاریخ اس حکمت عملی کی بہترین مثال ہے۔ انہوں نے 1980 کی دہائی میں آہستہ آہستہ انتخابات میں شرکت کی اور 2005 کے پارلیمنٹی انتخابات میں 88 نشستیں جیت کر ایک بڑی سیاسی قوت کے طور پر ابھرے۔<sup>41</sup> تاہم، اس انتخابی شرکت میں ایک گہرہ اتضاد پایا جاتا ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ جماعتیں اکثر جان بوجھ کر اپنی انتخابی کامیابی کو ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتی ہیں۔<sup>42</sup> وہ حکومت کے ساتھ ایک غیر رسمی معاہدہ کر لیتی ہیں تاکہ حکومتی جبر سے بچا جاسکے۔ یہ حکمت عملی ایک طرف انہیں سیاسی عمل میں شامل رکھتی ہے اور دوسری طرف ان کی تنظیم کو مطلق جر سے محفوظ رکھتی ہے۔

### سماجی جدوجہد: فلاجی کام اور کمیونٹی سازی

ان تحریکوں نے سیاسی جدوجہد کے ساتھ ساتھ سماجی میدان میں بھی اپنی گہری جڑیں قائم کیں۔ اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی جیسی تنظیموں نے سماجی خدمات، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، اور فلاجی کاموں کے ذریعے اپنی مقبولیت اور نفوذ کو بڑھایا۔<sup>43</sup> یہ فلاجی کام دراصل سیکولر حکومتوں کی نااہلی کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا کوپڑ کرتے تھے۔ ان خدمات کی فراہمی کا مقصد ایک اچھے مسلمان (Faithful Man) کی تشكیل تھا۔ یہ فلاجی نیٹ ورکس نہ صرف ان کی عوامی حمایت کا ذریعہ بنے بلکہ ان کی تنظیموں کو سخت جبر کے ادوار میں بھی برقرار رکھنے میں مدد فراہم کی۔

### مسلم جدوجہد: جہادی تنظیموں کا عروج

جدوجہد کی تیسری شکل مسلم اور انقلابی راستہ تھا، جس کا اظہار داعش (Islamic State) جیسی تنظیموں میں ہوا۔ داعش کو ایک ماؤرائی اور سمنی اسلامی شورش اور دہشت گرد گروہ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے جس کا مقصد خلافت کا قیام ہے۔<sup>44</sup> ان جیسی تنظیموں کا عروج بعض تجزیہ کاروں کے مطابق، مشرق و سطہ میں ریاست سازی کی ناکامیوں اور فرقہ وارانہ تقسیم کا نتیجہ تھا۔

یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ تشدد کاریجان تمام اسلامی تحریکوں کی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ ایک مخصوص اور انہا پسند نظر ہے جو ان تحریکوں کے وسیع تر نظریاتی طیف کا ایک حصہ ہے۔

ان تحریکوں کی عملی حکمت عملی میں ایک قابل ذکر لپک اور ابہام پایا جاتا ہے۔ اخوان المسلمون جیسی تنظیمیں بیک وقت فلاجی کام، انتخابی سیاست، اور بعض اوقات تشدد میں ملوث ہوتی ہیں۔<sup>45</sup> یہ دوہر اپن دراصل ایک غیر مستحکم اور

امر انہ سیاسی ماحول میں ان کا ایک عملی رد عمل ہے۔ یہ حکمت عملی انہیں موقع پرستی کے الزامات کا شکار بھی بناتی ہے، لیکن یہ ان کی بقا اور مسلسل ارتقاء کے لیے ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔ ان تحریکوں کی کار کردگی ان کے حقیقت کے عملی تجزیے سے طے ہوتی ہے، اور وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ہر دستیاب راستے کو اختیار کرتے ہیں۔

### داعش اور جہادی تحریکوں کا عروج

داعش جیسی تنظیموں کا عروج اس جدوجہد کے ایک انتہا پسندانہ اور مادراہی رخ کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ تنظیمیں مشرق و سطی میں ریاستوں کی ناکامی، معاشری بدحالی، اور فرقہ وارانہ تقسیم کا نتیجہ تھیں۔ داعش جیسی جہادی تنظیمیں اپنے اہداف کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کو اپنانیادی ذریعہ سمجھتی ہیں اور خلافت کے قیام کا دعویٰ کرتی ہیں۔

### علمی نقطہ نظر

سیاسی تجزیہ کاروں اور سماجی سائنسدانوں کا ایک بڑا حصہ یہ دلیل دیتا ہے کہ تشدد اسلامی تحریکوں کی "فطری خصوصیت" نہیں ہے۔ بلکہ، یہ سیاسی جر اور پر تشدد ماحول کا رد عمل ہے۔ جب حکومتوں ان تحریکوں کو سیاسی عمل سے خارج کرتی ہیں یا ان پر ظلم کرتی ہیں تو کچھ عناصر تشدد کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام بھیت ایک مذہب تشدد سے وابستہ نہیں ہے، لیکن "اسلامیت" بھیت ایک نظریہ بڑے پیمانے پر سیاسی تشدد سے متعلق ہو سکتی ہے۔

### جدوجہد میں درپیش چیلنجز اور رکاوٹیں

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کو اپنے مقاصد کے حصول میں متعدد سکینیں چیلنجز کا سامنا ہے۔ یہ چیلنجز محض پیروی دشمنوں کی وجہ سے نہیں ہیں، بلکہ اس تحریک کی نظریاتی اور عملی ساخت کے اندر بھی موجود ہیں۔ یہ رکاوٹیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اکثریہ تحریکیں کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی کیوں ناکام رہتی ہیں یا اپنے ہی اہداف کے حصول میں کیوں رکاوٹیں محسوس کرتی ہیں۔

### سیاسی چیلنجز: آئینہ میں اور حقیقت کا تضاد

اس جدوجہد کو سب سے بڑا سیاسی چیلنج ریاست اور مذہب کی تفریق کے بنیادی مسئلے سے درپیش ہے۔ ایک طرف، اسلامی تحریکیں ایک ایسی ریاست کے قیام کا دعویٰ کرتی ہیں جو الہی احکام (شریعت) کو نافذ کرے۔ دوسری طرف، ریاست کے قانون سازی، عدالتی اور انتظامی فرائض بنیادی طور پر انسانی فیصلوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب ایک ریاست شریعت کو ایک قانونی ضابطہ بنا کر نافذ کرنی ہے، تو وہ اسے انسانی تشریع اور فیصلے کے دائرے میں لے آتی ہے، جس سے اس کا الہی اور روحانی پہلو کمزور پڑ جاتا ہے۔ یہ ایک بنیادی تضاد ہے کہ انسانی ادارے کیسے

ایک الہی اصول کو بغیر اس کی روح کو مجرور کیے نافذ کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ، ان تحریکوں کو موجودہ سیکولر اور آمرانہ حکومتوں کی طرف سے شدید جبرا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ حکومتیں انہیں اپنی حکمرانی کے لیے ایک وجودی خطرہ سمجھتی ہیں۔ یہ جب نہ صرف ان تحریکوں کی سیاسی سرگرمیوں کو محدود کرتا ہے، بلکہ ان کے اندر را خلیٰ تقسیم اور شدت پسندی کو بھی جنم دیتا ہے۔

### سماجی اور شافتی چیلنجز

اسلامی ریاست کا نظریہ اکثر معاشروں میں موجود سماجی، شافتی اور فرقہ دارانہ تنویر سے ہم آہنگ نہیں ہو پاتا۔ اگرچہ اسلامی مفکرین امت کے ایک آفاقی تصور کی وکالت کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر ان کا بیانیہ اکثر فرقہ دارانہ اور نسلی تقسیم کو بڑھا دیتا ہے۔

اس جدوجہد میں فکری ابہام بھی ایک اہم رکاوٹ ہے۔ اخوان المسلمون جیسی جماعتیں عوامی سطح پر اعتدال پسندی، جمہوریت، اور کثرت پسندی کا مظاہرہ کرتی ہیں، لیکن ان کے اندر وہی لڑپچر میں زیادہ قدامت پسند اور بنیاد پرست خیالات پائے جاتے ہیں۔ یہ دوہرا پن ان کے بیانیے کو کمزور کرتا ہے اور ان کے مخالفین کو ان پر چھپے ہوئے عزائم کا الزام لگانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

### اقتصادی چیلنجز

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کو معاشری محاذ پر بھی اہم چیلنجز درپیش ہیں۔ بعض تحریکیں کارروں کے مطابق، روایتی اسلامی معاشری تصورات جیسے کہ وراثت کے قوانین اور کارپوریشنز کے فقدان جیسے ادارے جدید اقتصادی ترقی کی راہ میں تاریخی رکاوٹیں سمجھے گئے ہیں۔<sup>46</sup>

ایک اور بڑا چیلنج وہ ہے جو اس وقت سامنے آیا جب یہ تحریکیں اقتدار میں آئیں۔ اگرچہ ان کی عوامی حمایت اکثر غریب اور متوسط طبقے میں پائی جاتی ہے اور وہ سماجی انصاف کا نہرہ لگاتے ہیں، لیکن اقتدار میں آنے کے بعد وہ نہ بدل اقتصادی پالیسیاں اپناتی ہیں<sup>47</sup>۔ یہ پالیسیاں ان کے اپنے حامیوں کے لیے مزید معاشری مشکلات کا سبب بنتی ہیں اور ان ہی مسائل کو بڑھا دیتی ہیں جن کے خلاف وہ جدوجہد کر رہی تھیں۔

ان تمام چیلنجزوں کا تحریکیہ ایک بنیادی مسئلے کی نشاندہی کرتا ہے: اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد ایک نظریاتی اور آفاقی (utopian) وزن اور عملی حکمرانی کی ٹھوس حقیقوں کے درمیان ایک کنکش ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام اکثر حقیقی نتائج پر پا کیزگی اور آفاقیت کو ترجیح دیتا ہے<sup>48</sup>، جس کے نتیجے میں وہ معاشری اور حکومتی مسائل سے خٹکنے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ کہ اسلام تمام مسائل کا حل ہے، عملی حکمرانی کی پیچیدگیوں اور تضادات کے سامنے کمزور پڑ جاتا ہے۔ اس طرح، یہ جدوجہد ایک آفاقی اخلاقی وزن اور جدید سیاسی اور معاشری

زندگی کی پچیدہ حقیقوں کے درمیان پل بنانے کی ایک مسلسل کوشش ہے۔  
اسلامی تحریکوں کی اقتصادی اور تعلیمی حکمت عملی

اسلامی تحریکوں نے صرف سیاسی اور سماجی میدان میں جدوجہد نہیں کی، بلکہ ان کا مقصد ایک مکمل اقتصادی اور تعلیمی نظام بھی فراہم کرنا ہے جو مغربی نظاموں کا مقابل ہو۔

### اقتصادی ماذل

اسلامی تحریکوں کے نظریاتی معماروں نے مغربی اقتصادی نظاموں، جیسے کہ سرمایہ داری اور سو شلزم، کو انسانیت کے مسائل کا حل فراہم کرنے میں ناکام قرار دیا۔ انہوں نے اسلامی معاشرتی اور معاشری اصولوں پر مبنی ایک تبادل نظام پیش کیا۔ اس نظام کے بنیادی اصول یہ ہیں :

- ربا (سود) کی ممانعت: سود کو استھصال اور معاشری عدم مساوات کی وجہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، اسلامی معیشت نفع اور نقصان میں شرکت کے اصول پر مبنی ہوتی ہے۔

- زکوٰۃ کا نظام: زکوٰۃ، ایک لازمی ٹیکس ہے جو دولت کی منصافانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے۔ یہ امیر اور غریب کے درمیان فرق کو کم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

- اخلاقی رویہ: اسلامی معیشت میں ہر کار و باری لین دین میں اخلاقی اور سماجی ذمہ داری پر زور دیا جاتا ہے۔ اس میں دھوکہ دہی، اجارہ داری اور کارکنوں کے استھصال کی ممانعت ہے۔

بہاں، جب یہ تحریکیں اقتدار میں آئیں، جیسا کہ مصر میں اخوان المسلمون، تو ان کی اقتصادی کارکردگی توقعات سے کم رہی۔ اخوان نے مارکیٹ پر مبنی وزن کو اپنایا جس نے نجی شعبے کی حوصلہ افزائی کی اور معیشت کو آزاد کیا۔ اس سے ان کے حامیوں کو مایوسی ہوئی، جو اکثر نچلے اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور معاشری لبر لائزنس اور بڑھتے ہوئے ٹیکسون سے متاثر تھے۔

### تعلیمی نظام میں کردار

تعلیمی نظام میں اسلامی تحریکوں کا کردار دو طرفہ رہا ہے۔ ایک طرف، انہوں نے ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جو عصری علوم کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات پر بھی زور دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسے نظام کے خلاف رہ عمل تھا جہاں مغربی تعلیم کو ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اور دینی تعلیم کو پسمندگی کی علامت۔

- مدرسہ اور جدید اسکولوں کا امتزاج: کئی مالک میں، اسلامی تحریکوں نے ایسے اسکول قائم کیے ہیں جو معیاری عمومی تعلیم کے ساتھ اسلامی اقدار پر بھی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ یہ ادارے اکثر نجی نوعیت کے ہوتے ہیں

اور متوسط و اعلیٰ طبقے کے مذہبی گھر انوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔<sup>49</sup>

- دینی اقدار کا تحفظ: یہ ادارے نہ صرف مذہبی اور ثقافتی اقدار کو محفوظ رکھتے ہیں بلکہ طلباء کو منشیات، تشدد اور جنہی بے راہ روی جیسے مسائل سے بھی بچاتے ہیں۔

ان تحریکوں نے اپنے تعلیمی اداروں کے ذریعے اپنے ارکین اور حامیوں میں ایک مضبوط اجتماعی شناخت پیدا کی۔  
**مستقبل کے رجحانات اور متأخر**

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد 21 ویں صدی میں بھی جاری ہے، لیکن اس کا راستہ اور حکمت عملی مسلسل ارتقاء پذیر ہیں۔ عرب بہار اور اس کے بعد کے واقعات نے اس جدوجہد کے مستقبل کے بارے میں نئے سوالات پیدا کیے ہیں۔

### عرب بہار کے بعد کا منظر نامہ

عرب بہار نے اسلامی تحریکوں کو انتخابی عمل میں شامل ہونے اور اقتدار حاصل کرنے کے نئے موقع فراہم کیے۔ مصر میں اخوان المسلمون اور تیونس میں النھضہ پارٹی جیسی جماعتوں نے انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ تاہم، ان کی حکمرانی کا دور مختصر رہا اور انہیں فوجی بغاوتوں، انتخابی شکستوں، اور شدید جبر کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے باوجود، ان تحریکوں نے اپنی تنظیمی ساخت کو برقرار رکھنے میں غیر معمولی لچک کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ آمرانہ جبر کے باوجود سیاسی منظر نامے سے مکمل طور پر غائب نہیں ہوئیں بلکہ سیاسی شرکت سے "umarضی طور پر دستبردار" ہو کر سماجی اور فلاحی کاموں پر دوبارہ توجہ مرکوز کر رہی ہیں۔

### جدوجہد کا مستقبل: ایک جاری عمل

اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کسی ایک منزل کی طرف سیدھا مارچ نہیں ہے۔ یہ ایک مسلسل اور متحرک عمل ہے جس میں اس بات کی دوبارہ تشریع کی جاتی ہے کہ ریاست سے اسلام کے کیا مطالبات ہیں۔ عالمگیریت، سو شل میڈیا اور مستقل سیاسی و اقتصادی چیلنجز کی دنیا میں، یہ تحریکیں مسلسل ارتقاء پذیر ہیں اور ان کی حکمت عملی ان کے "حقیقت" کے عملی تجزیے سے طے ہوتی ہے۔

مستقبل میں، اس جدوجہد کے کئی ممکنہ رجحانات ہو سکتے ہیں:

- سیاسی شمولیت: کیا یہ تحریکیں جمہوری عمل میں دوبارہ شامل ہوں گی؟ تحقیق کے مطابق، ان کا مستقبل عرب دنیا میں جمہوریت کے مستقبل سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔
- عوامی بیانیہ: کیا وہ عوامی حمایت حاصل کرنے کے لیے اپنے قدامت پسند نظریات کو اعتدال پسند بیانیے میں

تبدیل کریں گے؟

- نظریات کی نئی تشریح: کیا وہ مطلق حاکیت کے بجائے انسانیت کے اجتماعی اختیارات (Caliphate of Man) جیسے نظریات کی طرف مائل ہوں گے؟
- میکنالوجی کا استعمال: سو شل میڈیا کا بڑھتا ہوا استعمال انتہا پسند اور اعتدال پسند دونوں گروہوں کو اپنے نظریات پھیلانے کا نیا پلٹ فارم فراہم کر رہا ہے۔

**نتیجہ:**

آخر میں، یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد ایک ایسا عمل ہے جو مکمل طور پر اعتمام پذیر نہیں ہو گا۔ یہ ایک آفی اخلاقی و فن اور جدید سیاسی و معاشری زندگی کی پیچیدہ حقیقوں کے درمیان ایک مسلسل شکنش ہے۔ یہ جدوجہد ایک جاری مذاکرہ ہے جہاں مختلف فریقین مسلسل خود کو دوبارہ ترتیب دے رہے ہیں اور اس بات کی دوبارہ تشریح کر رہے ہیں کہ اسلام کا جدید ریاست اور معاشرے سے کیا تعلق ہونا چاہیے۔ اس کا مستقبل عالمی سیاسی تناظر، معاشرتی اور اقتصادی مسائل کے تسلسل، اور ان تحریکوں کے اپنے داخلی نظریاتی مباحث سے نسلک ہے۔ یہ مقالہ ایک ایسے موضوع کا جامع تجزیہ پیش کرتا ہے جس کی حقیقت اس کے آئینہ میں سے زیادہ پیچیدہ اور متحرک ہے۔

\*\*\*\*\*

### References

1. Mehdi Mozaffari, *what is Islamism? History and Definition of a Concept, Totalitarian Movements and Political Religions*, Vol. 8, No: 1, (March 2007): 17–33.
2. Muhammad ibn Muhammad al-Murtada, al-Zabidi, *Taj al-'Arus min Jawahir al-Qamus*, Vol. 10, (Beirut, Dar al-Fikr, 1414 AH), 215.  
محمد بن محمد مرتضی، الزبیدی، تاج العروس مسن جواہر القاموس، ج 10، (بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۴ھ)، ۲۱۵۔
3. Muhammad ibn Mukarram Ibn Manzur, *Lisan al-'Arab*, Vol. 4 (Beirut, Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, al-Matba'ah al-Ula, 1996), 149.s  
محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، ج 4، (بیروت، دارالاحیاء، التراث العربي، المطبعة الاولی، ۱۹۹۶ء)، ۱۴۹۔
4. Mufti Muhammad Taqi Usmani, *Islam aur Siyasi Nazriyat* (Karachi, Maktabah Ma'arif al-Qur'an, 2010), 80.

مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات، (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2010ء)، 80۔

5. Syed Abul A'la, Maududi, *Islami Riyasat*, (Lahore, Islamic Publications, nd.), 480–481.  
سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، (lahور، اسلامک پبلی کیشنر، سن مدارد)، 481-480۔
6. Richard A. Epstein, “*Direct Democracy: Government of the People, by The People, and for The People?*”, Harvard Journal of Law & Public Policy, Vol. 34, Issue 3. (2011): 819.
7. Samuel Johnson, *A Dictionary of the English Language*, (London, J. F. And C. Rivington, 1785), 565.
8. Muhammad Sarwar, *Ma 'arif-e Siyasiyat* (Lahore, Ilmi Kitab Khana, 2010), 194.  
محمد سرور، معارف سیاسیت، (lahور، علمی کتابخانہ، 2010ء)، 194۔
9. Aristotle, *The Politics*, (U.K, Suffolk University, 1967), 236-237.
10. Maududi, *Islami Riyasat*, 121.  
مودودی، اسلامی ریاست، 121۔
11. Syed Abul A'la, Maududi, *Islam ka Nazariya-e-Siyasi* (Lahore, Islamic Publications Pvt. Ltd, nd), 15.  
سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلام کا نظریہ سیاسی، (lahور، اسلامک پبلی کیشنر، سن مدارد)، 15۔
12. Maududi, *Islami Riyasat*, 37.  
مودودی، اسلامی ریاست، 37۔
13. Syed Abul A'la Maududi, *Islami Dastoor ki Tadween* (Lahore, Islamic Publications Pvt. Ltd, nd), 19.  
سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی دستور کی تدوین، (lahور، اسلامک پبلی کیشنر، سن مدارد)، 19۔
14. Maududi, *Islam ka Nazariya-e-Siyasi*, 15.  
مودودی، اسلام کا نظریہ سیاسی، 15۔
15. Ibid.  
یہاں۔
16. Ibid.  
یہاں۔
17. [https://www.ijmra.us/project%20doc/2018/IJRSS\\_MAY2018/IJMRA-13777.pdf](https://www.ijmra.us/project%20doc/2018/IJRSS_MAY2018/IJMRA-13777.pdf)
18. <https://ghamidi.tv/articles/jamatiislami-obstacles-in-its-political-progress-1564>

19. Muhammad Hamidullah Jameel, Syed Tanveer Bukhari, Hassan Ali, Pakistan mein Siyasi Jamaatain aur Pressure Groups, (Lahore, Ever New Book Place, nd.), 314.  
محمد حمید اللہ جمیل، سید تنور بخاری، حسن علی، پاکستان میں سیاسی جماعتیں اور پیشہ گروپس، (لاہور، ایور نیو بک پلیس، سن ندارد)، 314۔
20. Professor Noor ul Jahan, *Khutbat-e Syed Maududi*, Vol. 3, (Lahore, Idarah Ma‘arif-e Islami, nd.), 62; Syed Abul A‘la Maududi, *Tehreek aur Karkun*, (Lahore, Idarah Ma‘arif-e Islami, nd.), 27.  
پروفیسر نور ور جان، خطبات سید مودودی، ج 3، (لاہور، ادارہ معارف اسلامی، سن ندارد)، 62؛ سید ابوالعلی مودودی، تحریک اور کارکن، (لاہور، ادارہ معارف اسلامی، سن ندارد)، 27۔
21. Muhammad Mahmoudiyan, "Jonbesh-e Ikhwan al-Muslimin va Ayandeh Siasat-e Khareji-ye Misr", Faslnameh-ye Motaleat-e Rahbordi, Issue 1, (1391 S.H): 105.  
محمد محمودیان، "جنیش اخوان اسلامیین آئینہ سیاست خارجی مصر"، فصلنامہ مطالعات راہبودی، شمارہ اول، (1391ھ) : 105
22. Nasir Hussain, Hafizi, *Ahd e Hazir Islam mein Siyasi Afskar*, (Karachi, Al-Mustafa International University, 2024), 20.  
ناصر حسین حافظی، عہد حاضر اسلام میں سیاسی افسکار، (کراچی، جامعہ المصطفیٰ العالیہ کراچی، 2024)، 20۔
23. Inayatullah Yazdani, "Baztab-e Enqelab-e Islami bar Jonbesh-e Ikhwan al-Muslimin-e Suriyah", Faslnameh-ye Elmi-Pazhoheshi Motaleat-e Enqelab-e Islami, Issue 28, (1391 SH): 259.  
عنایت اللہ، یزدانی، "بازتاب انقلاب اسلامی بر جنیش اخوان اسلامیین سوریہ"، فصلنامہ علمی-پژوهشی مطالعات انقلاب اسلامی، شمارہ، 28، (1391ھ) : 259۔
24. Ibid, 258.  
الیضاً، 258۔
25. Muhammed Morsi, Shaeed, "Ikhwan al- Muslimun aur Ham Asr Siyasi Challenge", Monthly magazine Tarjuman Ul Quran, Vol...., Issue...., (2020): 106.  
محمد مرسی، شہید، اخوان اسلامیون اور ہم عصر سیاسی چینچ، "ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، جلد ندارد، شمارہ ندارد، 106 : (2020)
26. Ashhad Rafiq, "Misr mein Ikhwan ki Aik Saal ki Hakoomat", Monthly magazine Tarjuman Ul Quran, Vol...., Issue...., (2024): 73.

اشہد رفیق، "ہصر میں انہوان کی ایک سال کی حکومت،" مہنامہ عالی ترجمان القرآن، جلد ندارد، شمارہ ندارد، (2024):

-73

27. Ibid.

الیضا

28. Asad Mirza, "Nida-e-Haq: Arab Bahar par Khizan ka Saya", (2021); Cited from given below link:  
<https://www.qaumiawaz.com/political/call-of-truth-the-shadow-of-autumn-on-arab-spring-asad-mirza>
29. Ahmed Abou El Zalaf, "The Special Apparatus (*al-Niżām al-Khāṣṣ*): The Rise of Nationalist Militancy in the Ranks of the Egyptian Muslim Brotherhood", Religions, Vol. 13, Issue 1 (2022) :138.
30. Syed Qutb, *Ayandeh dar Qelamraw-e Islam*, Tarjamah: Syed Ali Khamenei (Tehran, Daftar-e Nashr-e Farhang-e Islami, 1369 SH), 30.  
 سید قطب، آیندہ در قلمرو اسلام، ترجمہ: سید علی خامنہ ای، (تهران، دفتر نشر فہرستگ اسلامی، ۱۳۶۹ھ)
31. Hadi Sadeqi, Awal, "Roykard-e Ikhwan al-Muslimin dar Qebal-e Farayand-e Democracy dar Misr", Pazhoheshnameh-ye Iran Siasat-e Beyn al-Melal, Vol...., Issue 20, (1392 SH): 55.  
 هادی صادقی، اول، "رویکرد انہوان اسلامیین در قبال فرمآیند و مورثی و مصیر" پژوهش نامه ایران سیاست بین الملل، جلد ۱، شماره ۲، (۱۳۹۲)
32. Ismail Kurun, "Arab Nationalism from a Historical Perspective: A Gradual Demise? ", Yalova Journal of Social Sciences, Vol. 7, Issue 13, (2017): 11.
33. Ibid .
34. Islamic Revival, Wikipedia, accessed (2024), Cited from the given link below: [https://en.wikipedia.org/wiki/Islamic\\_revival](https://en.wikipedia.org/wiki/Islamic_revival)
35. Hadza Min Fadhli, Robby, "Arab Nationalism: Past, Present, and Future ", Journal of Integrative International Relations, Vol. 5, Issue 1, (2020): 21.
36. <https://institute.global/insights/geopolitics-and-security/fundamentals-irans-islamic-revolution>
37. Jean-Paul Carvalho, *A Theory of the Islamic Revival*, (United Kingdom, University of Oxford, 2009), 12.
38. Ibid, 13.
39. Abdel Monem, Said Aly, *Understanding the Muslim Brothers in Egypt*, (United States, Brandeis University, 2007), 1.

40. Dr Roel Meijer, *THE PROBLEM OF THE POLITICAL ISLAMIST MOVEMENTS*, (New York, United States, Columbia University Press, 2012), 31.
41. Hoshing, Azeezi, Ali Asghar Kazemi, "Ikhwan al-Muslimin-e Misr dar Qodrat va Dalayel-e Nakami-ye Siyasi", *Siasat-e Jahani*, Vol. 7, Issue 1, (1397 SH.): 177.  
ہوشینگ، عزیزی، علی اصغر، کاظمی، "اخوان المسلمین مصادر قدرت و دلائل ناکامی سیاسی"، سیاست جهانی دورہ ہفتم، جلد 7، شمارہ 1، (۱۳۹۷ھ): ۱۷۷۔
42. Shadi Hamid, "Arab Islamist parties: losing on purpose?", *Journal of Democracy*, Vol. 22, Issue 1, (2011): 73.
43. Roel Meijer, *THE PROBLEM OF THE POLITICAL IN ISLAMIST MOVEMENTS*, 31.
44. Muhammad Raza, Dahshiri, "Da'esh va Jahani Shodan", *Pazhoheshnameh-ye Iran Siasat-e Beyn al-Melal*, Issue 1 (1396 SH.): 127.  
محمد رضا، دھشیری، "داعش و جهانی شدن"، پژوهش نامه ایران سیاست بین الملل، شماره 1، (۱۳۹۶): ۱۲۷۔
45. CHRISTINE SIXTA RINEHART, "Volatile Breeding Grounds: The Radicalization of the Egyptian Muslim Brotherhood", *Studies in Conflict & Terrorism*, Vol. 32, Issue 11, (2009): 964.
46. American Economic Association, Islamic Economics, (2024), Cited from the given link below:  
<https://www.aeaweb.org/articles?id=10.1257/0895330042162421>
47. Cambridge University Press, Devout Neoliberalism: Explaining Egypt's Muslim Brotherhood's Socioeconomic Perspective and Policies, Politics and Religion, (2020), Cited from the given link below:  
<https://www.cambridge.org/core/journals/politics-and-religion/article/abs/devout-neoliberalism-explaining-egypts-muslim-brotherhoods-socioeconomic-perspective-and-policies/688C459D5BC8448C16B7BF7BF6D27C28>
48. Clingendael Institute, Whatever Happened to the Islamists?, (2012), Cited from the given link below:  
[https://www.clingendael.org/sites/default/files/2016-02/20120000\\_meijer\\_whatever\\_happened\\_to\\_the\\_islamists.pdf](https://www.clingendael.org/sites/default/files/2016-02/20120000_meijer_whatever_happened_to_the_islamists.pdf)
49. Syed Farooq Shah, *Safdar Rehman Ghazi, Miraj-ud-Din, Saqib Shahzad, Irfan Ullah*, "Quality and Features of Education in the Muslim World", *Horizon Research Publishing*, Vol. 3, Issue 1, (2015): 244.